خطبات جمعہ مجدد الشریعۃ محیی الملۃ آیۃ اللہ العظمیٰ سید دلدار علی غفران مآبؒ

# مواعظ حسینیہ (سنہ ۱۲۰۰ ہجری)

مترجم: خان محمد صادق جونپوری

قسط-۱۹

(ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۲۰۱ ہجری کی پانچویں تاریخ کو پڑھا گیا خطبہ)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **اِنَّا اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ۔ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انۡحَرۡ۔ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الۡاَبۡتَرُ۔** (کوثر: ۳-۱)

اس آیہ وافی ہدایہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز عید اور قربانی واجب یا سنت موکدہ ہے۔ اجماع علمائے شیعہ اس بات کی تائید کرتے ہیں۔

**قال سالت ابا عبد اللہ صلوات اللہ علیہ عن التکبیر فی العیدین ـقال سبع و خمس و قال صلوٰۃ العیدین فریضۃ۔** جناب امام جعفر صادقؑ نے فرمایا نماز عید کی پہلی رکعت میں سات تکبیر اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیر کہنا چاہئے اور نماز عید فریضہ ہے۔

نیز انہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ: **صلوٰۃ العیدین فریضۃ و صلوٰۃ الکسوف فریضۃ۔**

ہاں۔ البتہ شرط وجوب کے سلسلے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض علما نے امام کی غیبت میں بھی اس کو واجب جانا ہے۔ مولانا محمد باقر مجلسیؒ نے 'زاد المعاد' میں تحریر فرمایا ہے کہ اس حقیر کے گمان میں نماز عیدین کو جماعت سے پڑھنا واجب ہے اور مجتہد عادل کی جماعت میں حاضر ہونا چاہئے اور جماعت میں نہیں آسکتے تو تنہا پڑھنا سنت ہے۔

بعض علما نے نماز عیدین کو نماز جمعہ کی طرح مجتہد کی شرط کے ساتھ واجب جانا ہے۔ لیکن احوط یہ ہے کہ ترک نہ کریں۔ نماز عید کا وقت طلوع آفتاب سے لے کر زوال آفتاب تک ہے اور مستحب ہے کہ نماز کے لئے صحرا میں جائیں اور چھت دار مسجد یا کسی دوسری جگہ پر ادا نہ کریں۔

مستحب ہے کہ نماز عید فطر کو نماز عید الاضحیٰ کی بنسبت کچھ تاخیر سے شروع کریں۔ نماز عیدین میں زمین پر سجدہ کرنا چاہئے۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ زمین پر فرش نہ بچھا ہو۔ موذن اذان کے بجائے تین مرتبہ الصلوٰۃ کہے۔ نماز عید فطر کے لئے جانے سے پہلے بہتر ہے کہ کچھ کھالے اور نماز عید الضحیٰ میں واپسی پر کچھ کھائے۔

بعض لوگوں نے تکبیر کو واجب جانا ہے، تو احوط یہ ہے کہ ترک نہ کرے۔ معاویہ بن عمار کی روایت کی بنیاد پر تکبیر کی کیفیت یوں ہے:

**اللہ اکبر۔ اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر۔ اللہ اکبر و للہ الحمد علیٰ ما ھدینا اللہ اکبر علی ما رزقنا من بھیمۃ الانعام و الحمد للہ علی ما ابلانا۔**

دوسری بات روز عید کا غسل ہے جسے بعض لوگ واجب سمجھتے ہیں۔ قربانی، اکثر لوگ اس کے استحباب کے قائل ہیں۔ ابن جنید امام صادقؑ سے منقول ایک حدیث کی بنیاد پر اسکے وجوب کے قائل ہیں۔

اس حدیث کا خلاصہ یوں ہے:

''ایک شخص نے امام جعفر صادقؑ سے قربانی کے سلسلے میں سوال کیا۔ امامؑ نے فرمایا: ''قربانی، استطاعت رکھنے والے ہر شخص پر واجب ہے۔ اپنے لئے ضرور قربانی کرو اور اگر چاہو تو اپنے اہل و عیال کے لئے کرو اور اگر نہ چاہو تو نہ کرو۔''

پس احوط یہی ہے کہ قربانی کو ترک نہ کیا جائے۔

ام سلمہ زوجہ رسولؐ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ عید الاضحیٰ قریب ہے اور میرے پاس قربانی کے لئے رقم نہیں ہے تو کیا میں قرض لے کر قربانی کرسکتا ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا: ''ہاں! قرض لو کہ اللہ تعالیٰ اسے ادا کردے گا۔''

چاہئے کہ قربانی کا جانور اونٹ، بھیڑ یا گائے ہو۔ اس کے علاوہ دوسرے جانوروں کی قربانی نہیں ہوسکتی ہے۔ اگر قربانی کا جانور اونٹ ہے تو اس کا سن پانچ سال مکمل ہونا چاہئے اور اگر گائے ہے تو ایک سال سے کم نہیں ہونا چاہئے اور بھیڑ کا چھ ماہ کا ہونا کافی ہے۔ قربانی کے جانور میں کوئی عیب نہیں ہونا چاہئے۔ یعنی اندھا، کانا یا لنگڑا نہیں ہونا چاہئے۔ کان کٹا نہیں ہونا چاہئے۔ سنت ہے کہ جانور فربہ ہو۔

قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر جانور اونٹ ہے تو اسے نحر کیا جائے یعنی چاقو یا نیزہ کو اس کی گردن کے نچلے حصے میں چبھو دیا جائے اور اگر گائے یا بکری ہے تو اس کی گردن کی چار رگ کو کاٹا جائے۔ سنت ہے کہ قربانی کو خود ذبح کرے اور اگر ایسا نہ کرسکے تو قصاب کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر مدد کرے۔ ذبح کے وقت دعا پڑھنا سنت ہے: اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ۔

سنت ہے کہ قربانی کے ایک حصے کو اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے، ایک حصے کو پڑوسیوں کے لئے اور ایک حصہ فقرا اور سوال کرنے والوں کے لئے رکھے۔ اگر بھیڑ نہ ملے تو سنت ہے کہ اس کی قیمت کو صدقہ دے۔ اگر فرداً فرداً قربانی نہ کرسکتے ہوں تو چند لوگ مل کر قربانی کرسکتے ہیں۔ سات سے ستر لوگ قربانی میں شریک ہوسکتے ہیں۔

بعض کم حوصلہ اور کم عقل لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ ہر موضوع میں اپنی عقل ناقص پر بھروسہ کرتے ہیں اور جن احکام الٰہی یا تکالیف شرعیہ کی خوبی کو سمجھ نہیں پاتے اسے بے فائدہ جانتے ہیں، اس لئے کہ ان کا اعتقاد اللہ تعالیٰ اور پیغمبر اکرمؐ کے اعتقاد سے مختلف ہے اور اس غلط عقیدے کی وجہ سے خود کو عذاب ابدی اور عقاب سرمدی کا مستحق بنا دیتے ہیں۔

مثلاً کبھی اعتراض کرتے ہیں کہ دور دراز کی مسافت طے کر کے اور مشکلات کو تحمل کر کے اس موسم گرما میں لوگوں کو طواف کعبہ کے لئے بلانا اور وہاں کبھی جانوروں کی طرح صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا اور کبھی پتھر مارنا اور کبھی پتھر کا بوسہ دینا وغیرہ عقل سے بعید اور بے فائدہ ہے اور یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ موسم حج میں بے زبان جانوروں کو ذبح کرنے اور اس کو تقرب الٰہی کا سبب سمجھنے کی وجہ قساوت قلب اور عقل کی کمی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اسی طرح کے دوسرے اعتراضات بھی ہوتے ہیں۔

لہٰذا ذہن قاصر میں یہ بات آئی کہ دلائل عقلیہ ونقلیہ سے استفادہ کرتے ہوئے ان تکالیف شرعیہ میں پوشیدہ مصلحتوں اور حکمتوں کو بیان کروں تا کہ برادران ایمانی شیطان کے بہکاوے میں نہ آئیں اور مخالفوں کو منطقی طور پر ہرا سکیں۔

تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ عقل سلیم اور ذہن مستقیم اس بات پر گواہ ہے کہ ایک ایسا کریم اور عادل جس کی کبریائی اور بزرگی میں کسی بھی طرح برائی، نقصان، ظلم اور بے انصافی کا گزر نہیں ہے، اگر اپنے غلاموں اور بندوں کو مختلف قسم کے احسانات اور ابدی نعمتوں سے سرفراز کرنے کا ارادہ کرے اور وہ لوگ اطاعت وفرماں برداری اور سرکشی کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہوں، تو ان سب سے ایک طرح کا برتاؤ کرنا ظلم ہے۔ کیونکہ ظلم کی تعریف یہ ہے کہ وضع شیء فی غیر موضعہ۔ کسی چیز کو اس کی اصلی جگہ پر نہ رکھنا۔

اس میں شک نہیں کہ برے لوگوں سے اچھے لوگوں جیسا سلوک ظلم ہے۔ اور اگر اپنے علم کی بنیاد پر نیک لوگوں سے اچھا سلوک کرے، جب کہ ان کی نیکی لوگوں پر ظاہر نہ ہوسکے تو حالانکہ یہ اصلاً اپنے میں ظلم نہیں ہے لیکن اتمام حجت کے بغیر بعض بندوں کو محروم رکھنا اور بعض سے اچھا سلوک کرنا بھی قبیح ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے یہ جائز نہیں ہے۔

لہٰذا حکیم علی الاطلاق اپنی انتہائی لطف وکرم اور وعدالت کی وجہ سے بندوں کا امتحان لیتا ہے اوران کو مختلف قسم کی بلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا کرتا ہے تا کہ نیک لوگوں کی نیکی اور برے لوگوں کی برائی سب پر ظاہر ہوجائے۔ اوراس طرح اچھے لوگوں سے حسن سلوک اور برے لوگوں سے بدسلوکی مستحسن ہوجائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ، جناب ائمہ اور سارے مومنین کے دشمنوں سے اچھا برتاؤ نہ کرنا، دوستوں کے سرور خاطر کا سبب بنے گی۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان کی جتنی زیادہ قرب و منزلت ہوگی اتنا ہی، زیادہ اس کا امتحان ہوگا، تا کہ اس کے صبر وتحمل کی وجہ سے خلق خدا پر اس کی فوقیت ظاہر ہوجائے اور اس طرح اس کے درجات کو بلند کرنا قبیح نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا قول اس بات کی گواہی دیتا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ۔ (بقرہ:۱۵۵)

اور ہم تمھیں کچھ خوف اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں میں کمی سے ضرور آزمائیں گے۔

جناب کلینی کی کتاب میں فضل بن سبا سے منقول ہے کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ سب سے سخت امتحان انبیاء، اس کے بعد اوصیا اور اس کے بعد خاص مومنین کا ہوتا ہے۔

تکالیف شرعی کے وجوب کی ایک اہم مصلحت ابتلا اور امتحان ہے تا کہ اطاعت گزار بندے اور گنہ گار بندے میں فرق کیا جاسکے۔ اوراسی لئے اکثر عبادات نفسانی مزوں سے خالی ہیں اور نفس انسانی پر بوجھ ہیں اور انسانی طبیعت ان سے کراہت رکھتی ہے۔ کیوں کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو ابتلا اور امتحان کا تصور ختم ہوجاتا۔ مناسک حج وغیرہ اسی بنیاد پر ہیں۔

اس سلسلے میں حضرات ائمہؑ سے بہت سی حدیثیں منقول ہیں۔ کتاب 'کافی' میں تحریر ہے کہ امام علیؑ نے اپنے بعض خطبوں میں ارشاد فرمایا: ''حق سبحانہ تعالیٰ اگر چاہتا تو اپنے انبیاء کو اس حالت میں مبعوث کرتا کہ ان کے ساتھ سونے اور چاندی کے خزانے اور باغات ہوتے اور پرند و چرند ان کی اطاعت کرتے، لیکن اس صورت میں امتحان ساقط ہوجاتا اور جزا کا امتحان پر موقوف ہونا باطل اور قائلین حق کو مصیبتوں میں مبتلا ہونے پر اجر نہ ملتا۔ اسی طرح اگر کوئی آیت آسمان سے نازل ہوتی اور سب لوگ اس کی اطاعت کر لیتے تو آزمایش وامتحان ساقط ہوجاتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اس حالت میں بھیجا کہ وہ ظاہری طور پر کمزور اور فقر وتنگدستی میں مبتلا تھے۔ اور اگر انبیاء قوت و مال وملک کے مالک ہوتے تو پوری دنیا سے لوگ طمع یا خوف کی وجہ سے ان کی طرف دوڑتے اور اس صورت میں اچھے اور برے میں تمیز نہ ہو پاتی اور امتحان کا فلسفہ ختم ہوجاتا، کوئی سرکشی نہ کرتا اور جان کی خوف یا طمع کی وجہ سے سب اس دین کو قبول کر لیتے۔

لہٰذا مشیت الٰہی نے یہ فیصلہ کیا کہ انبیاء کی بیعت اور کتب آسمانی کی تصدیق، اللہ تعالیٰ کے سامنے خضوع وخشوع اور اس کے حکم کے سامنے سر جھکانا، خالص اور اغراض نفسانی سے مبرا و منزہ اور پاک بندوں سے مخصوص رہے۔ امتحان جتنا سخت ہوگا، اتنا ہی زیادہ اجر وثواب ملے گا۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے خلقت آدم سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک، اپنے بندوں کا چند پتھروں کے ذریعے امتحان لیتا رہا جو کوئی فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے اور دیکھنے اور سننے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔ پھر لوگوں کو دعوت دی تا کہ اس کے قریب عبادت کریں۔ اور اس پتھر کو ایسی جگہ پر رکھا جس کی زمین پتھریلی اور بنجر ہے اور اس پر چلنا مشکل ہے۔ یہ زمین گہرائی میں واقع ہے۔ یہاں کے لوگ معاشی طور پر پریشان ہیں، پانی بہت مشکل سے ملتا ہے۔ یہ سرزمین اونچے پہاڑوں کے درمیان واقع ہے جہاں نرم ریگستان ہے، پانی کے چشمے کمیاب، آبادیاں ایک دوسرے سے دور ہیں اور بارش بہت کم ہوتی ہے اور زراعت نہ ہونے کی وجہ سے زمین زرخیز نہیں ہوتی ہے۔ ان سب چیزوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو حکم دیا کہ اس کی طرف آئیں۔

پھر یہ جگہ مرجع خلایق بن گئی۔ جو لوگ دور دراز کے

علاقوں سے یہاں آتے ہیں، ذلت وخواری کے انداز میں لبیک کہتے ہیں اور خاک آلودہ قدموں سے سعی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس آزمایش کو رحمت کا سبب اور جنت کا ذریعہ بناتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو اپنے گھر کو شاداب گلشن اور نرم زمین میں بناتا جہاں پر بہت سے درخت اور پھل ہوتے، آبادیاں ایک دوسرے سے متصل ہوتیں اور ہرے بھرے مرغزار اور لہلہاتے کھیت، آباد راستے اور اس کی زمرد و یاقوت سرخ کی دیواریں ہوتیں جس سے نور ساطع ہوتا۔ لیکن اس حالت میں انسان شک و شبہ میں مبتلا نہ ہوتا اور شیطان سے جہاد کی ضرورت پیش نہ آتی۔

**قربانی:** یہ ایک سنت ہے جو حضرت ابراہیم کے زمانے سے جاری ہے۔ جب ان کا اپنے فرزند اسماعیل کو ذبح کرنے کے ذریعے امتحان لیا گیا۔ قرآن مجید نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے:

قَالَ یَابُنَیَّ اِنِّیۡ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی قَالَ یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصَّابِرِیۡنَ۔ (صافات: ۱۰۱)

ابراہیم نے کہا بیٹا! میں خواب میں (وحی کے ذریعہ) دیکھتا ہوں کہ میں خود تمھیں ذبح کر رہا ہوں۔ تو تم بھی غور کرو تمھاری اس میں کیا رائے ہے۔ اسماعیل نے کہا بابا جان! جو آپ کو حکم ہوا ہے اسے بے تامل کیجئے اگر خدا نے چاہا تو مجھے آپ صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

معتبر سند کے ساتھ امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم کی ولادت کوفے کے کوثار نامی محلے میں ہوئی۔ ان کے والد یہیں کے رہنے والے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ کی ماں دونوں بہنیں اور لاہج پیغمبر کی بیٹیاں تھیں۔ لاہج پیغمبر ڈرانے والے پیغمبر تھے لیکن رسول نہ تھے۔

حضرت ابراہیمؑ بچپنے میں فطرت کے طریقے پر تھے، جس پر اللہ تعالیٰ نے سب کو خلق فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے دین کی طرف ہدایت فرمائی اور ان کو منتخب فرمایا۔

انھوں نے اپنی خالہ زاد بہن سارہ سے شادی کی۔ سارہ کے پاس بہت بڑا گلہ اور مال و زر تھا جس کو انھوں نے ابراہیم کو بخش دیا۔ حضرت ابراہیم نے اس مال کے حفاظت کی کوشش کی۔ اس طرح گلہ اور مزارع بہت بڑھ گئے اور کوثار میں ان کے جیسا کوئی (خوشحال) نہ تھا۔

جب حضرت ابراہیمؑ نے نمرود کے بتوں کو توڑ ڈالا تو نمرود نے حکم دیا کہ ان کو قید میں ڈال دیا جائے اور خطبرہ بنایا جائے اور اس میں لکڑی ڈلوا کر آگ لگوا دی اور ابراہیمؑ کو آگ میں ڈال دیا۔ وہ لوگ خود دور چلے گئے۔ جب تک کہ آگ ٹھنڈی ہوگئی، وہ لوگ خطبرہ کے قریب گئے تا کہ ابراہیمؑ کی حالت کو دیکھیں۔ انھوں نے مشاہدہ کیا کہ ابراہیم زنجیر سے آزاد ہو چکے ہیں اور صحیح وسلامت آگ میں بیٹھے ہیں۔ جب اس واقعے کی اطلاع نمرود کو دی گئی، تو نمرود نے حکم دیا کہ ابراہیمؑ کو شہر بدر کر دیا جائے اور ان کو اپنے گلے اور مال کو لے جانے سے روکا جائے۔ ابراہیمؑ نے جرح کی کہ اگر میرا مال تم لیتے ہو تو میں نے جتنی عمر تمہارے شہر میں اس مال کے حصول میں صرف کی ہے اسے واپس کر دو۔ مقدمہ قاضی کے پاس لایا گیا۔ اس نے حکم دیا کہ تمھارے شہر میں صرف ہونے والی ان کی عمر کو واپس کر دو۔ جب نمرود کو خبر ہوئی تو حکم دیا ان کو شہر سے باہر نکال دیا جائے اور ان کا مال واپس کر دیا جائے۔ اس نے کہا اگر ابراہیم تمھارے شہر میں رہتے تو تمھارے دین کو فاسد کر دیتا او تمھارے خداؤں کو نقصان پہنچاتا۔ اس طرح ابراہیمؑ اور لوطؑ کو شہر بدر کر دیا گیا۔ وہ لوگ شام کی طرف گئے۔

حضرت ابراہیم، حضرت لوط اور سارہ ساتھ میں چلے۔ حضرت ابراہیم نے کہا: انی اذھب الیٰ ربی---- حضرت ابراہیم نے گلہ اور سارا مال اپنے ساتھ لیا اور ایک صندوق بنا کر سارہ کو اس میں رکھ کر اس پر تالہ لگا دیا اور نمرود کے ملک سے باہر چلے گئے۔ یہاں تک کہ ملک قبط کے رہنے والے کسی شخص کے باغ میں داخل ہوئے۔ اس کا نام عرارہ تھا۔ اس کے کسی عشار سے ملاقات ہوئی۔ اس نے سب چیزوں کا دسواں حصہ مانگا۔

یہاں تک کہ تابوت کی نوبت آئی۔ اس نے کہا: ''اس صندوق کو کھولو تا کہ میں اس کا دسواں حصہ لے سکوں۔'' حضرت ابراہیمؑ نے کہا: ''تم اس صندوق کو سونے اور چاندی سے بھرا ہوا سمجھو اور اس کا دسواں حصہ لے لو، لیکن صندوق کو مت کھلواؤ۔'' عشار نے کہا: ''میں تابوت کو ضرور کھولوں گا'' اور اس نے زبردستی کر کے صندوق کو کھولا۔ جب سارہ کو اس حسن و جمال کے ساتھ مشاہدہ کیا تو پوچھا: ''اس عورت سے تمھاری کیا نسبت ہے؟'' حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا: ''یہ میری عزت اور میری خالہ زاد بہن ہے۔'' اس نے پوچھا: ''اس کو صندوق میں کیوں چھپا رکھا ہے؟'' حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا: ''غیرت کی وجہ سے تا کہ کسی کی نظر اس پر نہ پڑے۔'' عشار نے کہا: ''میں تمھیں جانے نہ دوں گا جب تک کہ بادشاہ کو خبر نہ کر دوں'' اور کسی کو بادشاہ کے پاس بھیجا اور واقعے کی اطلاع دی۔ بادشاہ نے کچھ لوگوں کو بھیجا تا کہ اس صندوق کو اس کے پاس لائیں۔ حضرت ابراہیم نے کہا: ''میں صندوق سے جدا نہ ہوں گا مگر یہ کہ میری جان چلی جائے۔''

جب یہ خبر بادشاہ کو دی گئی تو اس نے حکم دیا کہ صندوق کو ابراہیم کے ساتھ حاضر کیا جائے۔ جب ابراہیم صندوق کے ساتھ بادشاہ کے پاس آئے تو اس نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا صندوق کو کھولو۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا اے بادشاہ! اس صندوق میں میری عزت اور میری خالہ کی لڑکی ہے۔ اگر تابوت کو نہ کھولو تو اپنا تمام مال تم کو دے دوں گا۔ بادشاہ نے زبردستی صندوق کو کھولا۔ جب سارہ کے حسن و جمال کو مشاہدہ کیا تو ان کی طرف دست درازی کا ارادہ کیا۔ حضرت ابراہیم نے دعا کی کہ پالنے والے! اس کے ہاتھ کو شل کر دے۔ بادشاہ کا ہاتھ خشک ہو گیا اور سارہ تک نہیں پہنچ پایا۔ بادشاہ نے کہا: ''اے ابراہیمؑ! تمہارا خدا طاقت ور ہے۔'' حضرت ابراہیم نے کہا: ''میرا خدا غیرت مند ہے اور حرام کو ناپسند کرتا ہے۔'' بادشاہ نے کہا: ''اپنے خدا سے دعا کر دو کہ میرا ہاتھ صحیح کر دے۔ میں اب کوئی غلط کام نہیں کرو ں گا۔'' حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی پالنے والے! اس کے ہاتھ کو درست کر دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کا ہاتھ اسے پھر ٹھیک کر دیا۔ بادشاہ کی نظر جیسے ہی سارہ پر پڑی تو اپنے آپ کو روک نہ سکا اور ان کی طرف دست درازی کا ارادہ کیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے دوبارہ غیرت کی وجہ سے منہ پھیر کر دعا کی۔ بادشاہ کا ہاتھ خشک ہو گیا اور سارہ تک نہیں پہنچ سکا۔ بادشاہ نے کہا تمھارا خدا بہت غیرت مند ہے اور تم بہت غیور ہو۔ اپنے اللہ سے دعا کرو کہ میرا ہاتھ درست کر دے۔ اب میں ہرگز ایسا کام نہ کروں گا۔

حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی: ''پالنے والے! اگر یہ سچ کہتا ہے تو اس کا ہاتھ اسے واپس کر دے'' پھر اس کا ہاتھ صحیح ہو گیا۔ جب بادشاہ نے یہ صورت حال دیکھی تو اس کے دل میں ہیبت طاری ہو گئی اور حضرت ابراہیمؑ کی بہت تعظیم و تکریم کی اور کہا: میں اب تمھاری طرف دست درازی نہ کروں گا۔ تم اپنے اموال کے ساتھ جہاں چاہو جاؤ۔ لیکن میری ایک خواہش ہے۔ حضرت ابراہیم نے کہا: ''کون سی خواہش؟'' بادشاہ نے جواب دیا: ''مجھے اجازت دو کہ میں سارہ کی خدمت کے لئے ایک خوبصورت کنیز ہدیہ کروں۔'' جب اجازت مل گئی تو ہاجرہ (مادر اسماعیلؑ) کو سارہ کے حوالے کیا اور ابراہیمؑ اپنی اہلیہ و مال کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ بادشاہ حضرت ابراہیمؑ کی مشایعت کے لئے آیا اور ان کے احترام میں ان کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ پر وحی کی کہ یہ بادشاہ طاقت کے باوجود تمہارے پیچھے چل رہا ہے۔ تم کو چاہئے کہ اسے آگے رکھو۔ حضرت ابراہیمؑ نے بادشاہ سے کہا: ''تم آگے آگے چلو کیونکہ خدا نے اس وقت مجھ پر وحی کی کہ تیری تعظیم کروں اور تمھیں مقدم رکھوں اور تمھارے پیچھے چلوں۔'' بادشاہ نے کہا: ''تمھارے خدا نے وحی کی ہے!'' حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا: ''ہاں۔'' بادشاہ نے کہا: ''گواہی دیتا ہوں کہ تمھارا پروردگار بہت مہربان ہے اور مجھے اپنے دین کی طرف راغب کر دیا۔'' بادشاہ نے حضرت ابراہیمؑ کو وداع کہا۔

حضرت ابراہیمؑ وہاں سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ شام

کے بالائی علاقے میں قیام کیا اور حضرت لوطؑ نے شام کے نچلے حصے میں سکونت اختیار کی۔

جب بہت دنوں تک حضرت ابراہیمؑ کے یہاں کوئی فرزند نہیں ہوا تو ابراہیمؑ نے سارہ سے کہا: ''اگر تم چاہو تو ہاجرہ کو میرے ہاتھ فروخت کردو، شاید اللہ تعالیٰ مجھے کوئی فرزند عطا کردے تاکہ میرا جانشین ہوسکے۔'' اس طرح انہوں نے ہاجرہ کو سارہ سے خرید لیا اور ان کے ساتھ شادی کی۔ اور حضرت اسماعیلؑ کی ولادت ہوئی۔

بسند حسن بلکہ صحیح امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے شام میں قیام کیا۔ جب ہاجرہ کے بطن سے اسماعیلؑ کی ولادت ہوئی تو سارہ کو شدید غم والم ہوا۔ کیونکہ ان کے بطن سے حضرت ابراہیمؑ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لئے ہاجرہ کے سلسلے میں ابراہیمؑ کو تنگ کرتی تھیں اور حضرت ابراہیمؑ غمگین رہتے تھے۔ انہوں نے اس بات کی اللہ سے شکایت کی۔ وحی آئی کہ عورت سینے کی ٹیڑھی ہڈی کی طرح ہے اگر اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دو گے تو اس سے بہرہ مند ہوسکتے ہو لیکن اگر اسے سیدھا کرنا چاہا تو وہ ٹوٹ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ ہاجرہ اور اسماعیلؑ کو سارہ سے دور کردیں۔ ابراہیمؑ نے سوال کیا: ''پالنے والے! کہاں لے جاؤں۔'' جواب ملا کہ میرے حرم کی طرف جاؤ۔ جس کو میں نے اس میں داخل ہونے والے ہر شخص کے لئے امن قرار دیا ہے۔ میں نے زمین کے جس حصے کو سب سے پہلے بنایا وہ مکہ ہے۔

جبرئیل ان کے لئے براق لے کر آئے اور ہاجرہ، ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کو سوار کر کے مکے کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت ابراہیمؑ جب کسی اچھی جگہ پہنچتے جہاں درخت اور نخل و زراعت ہوتی تو جبرئیل سے پوچھتے: ''کیا یہی وہ جگہ ہے؟'' جبرئیل جواب دیتے کہ نہیں اور آگے چلو۔ یہاں تک کہ مکہ پہنچے۔ ابراہیمؑ نے ان لوگوں کو خانہ کعبہ کے مقام پر چھوڑ دیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے سارہ سے وعدہ کیا تھا کہ سواری سے نہ اتریں گے جب تک کہ واپس نہ لوٹ جائیں (الٹے پیروں واپس آتا ہوں)۔ جس جگہ پر ہاجرہ نے قیام کیا تھا وہاں پر ایک درخت تھا۔ انھوں نے ایک عبا اس پر پھیلا دی اور اپنے فرزند کے ساتھ اس کے سائے میں بیٹھ گئیں۔ جب ابراہیمؑ ان کو چھوڑ کر واپس جانے لگے تو ہاجرہ نے کہا: ''اے ابراہیمؑ! اس بے آب و گیاہ اور غیر آباد زمین پر ہمیں کس کے حوالے کر کے جارہے ہو؟'' ابراہیمؑ نے جواب دیا: ''اس کے حوالے کررہا ہوں جس نے مجھے یہ حکم دیا تھا کہ تمھیں یہاں پر چھوڑ جاؤں۔''

حضرت ابراہیمؑ وہاں سے واپس لوٹ آئے۔ جب کچھ دور پہنچ گئے تو ہاجرہ اور اسماعیلؑ کی طرف نظر اٹھائی اور کہا: ''اے میرے پروردگار! میں نے اپنے فرزند کو ایسی جگہ پر سکونت دی جہاں پر کوئی زراعت نہیں ہے، تیرے مقدس گھر کے پاس، تا کہ نماز برپا کریں۔ پس کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف موڑ دے اور انہیں پھل اور روزی عطا کر تا کہ وہ شکریہ ادا کریں۔

حضرت ابراہیمؑ روانہ ہوگئے اور ہاجرہ وہیں رہ گئیں۔ جب دن ہوا تو اسماعیلؑ کو پیاس محسوس ہوئی۔ جناب ہاجرہ پریشانی کی عالم میں اٹھیں اور صفا و مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان گئیں اور فریاد کی: ''کیا یہاں پر کوئی مونس و یاور نہیں ہے؟'' اسی حال میں اسماعیلؑ نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ ہاجرہ کوہ صفا پر گئیں تا کہ اسماعیل کو دیکھ سکیں۔ وہاں پر مروہ کی جانب سراب نظر آیا۔ ان کو ایسا محسوس ہوا کہ مروہ کی طرف پانی ہے اور اس طرف چلیں۔ جب اس جگہ پہنچیں جہاں حاجی ہرولہ کرتے ہیں تو اسماعیلؑ پھر نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ تو اسماعیلؑ کو دیکھنے کے لئے وہ دوڑیں اور اس جگہ پر پہنچیں جہاں سے اسماعیلؑ نظر آرہے تھے۔ جب مروہ پر پہنچیں تو کوہ صفا کی جانب سراب نظر آیا۔ تو صفا کی طرف روانہ ہوئیں۔ جب اس جگہ پہنچیں جہاں سے اسماعیلؑ نظر نہیں آرہے تھے تو اس جانب دوڑیں جہاں سے اسماعیل نظر آرہے تھے۔

اس طرح سات مرتبہ صفا و مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان

دوڑیں۔ جب ساتویں مرتبہ مروہ پر پہنچیں تو اسماعیلؑ کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ ان کے قدموں کے نیچے سے چشمہ جاری ہوگیا ہے۔ ہاجرہ ان کی طرف گئیں اور پانی کے چاروں سمت حلقہ بنا دیا تا کہ پانی بہنے نہ پائے۔ اسی وجہ سے اسے زم زم کہتے ہیں۔

اس وقت قبیلہ جرہم اور ذوالمجاز اور عرفات وہاں پر پڑاؤ ڈالے تھے۔ جب مکے میں پانی ظاہر ہوا تو پرندے اور دوسرے جانور وہاں پر جمع ہوگئے۔ قافلہ والوں نے جب پرندوں کو دیکھا تو سمجھ گئے وہاں پانی مل گیا ہے۔ وہ لوگ آئے اور ایک خاتون اور ایک بچے کو دیکھا جو ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہیں اور وہاں چشمہ پھوٹا ہے۔ انہوں نے ہاجرہ سے پوچھا: ''تم کون ہو؟ اور تمھاری اور اس بچے کی کیا کہانی ہے؟'' ہاجرہ نے کہا: ''میں ابراہیمؑ خلیل کی زوجہ ہوں۔ یہ میرا بیٹا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ ہم کو یہاں چھوڑ دو۔'' انہوں نے کہا کہ ہم کو اجازت دو کہ ہم آپ کے قریب پڑاؤ ڈالیں۔

جب تیسرے دن حضرت ابراہیمؑ طی الارض کر کے مکے آئے تو ہاجرہ نے کہا: ''اے خلیل خدا! یہاں پر جرہم کی ایک قوم ہے جو آپ اجازت چاہتی ہے کہ وہ ہمارے قریب رہیں۔ کیا آپ اجازت دیتے ہیں؟'' ابراہیمؑ نے کہا: ''ہاں۔'' ہاجرہ نے قوم جرہم کو اجازت دی کہ ان کے قریب پڑاؤ ڈالیں اور خیمے نصب کریں۔ ہاجرہ اور اسماعیلؑ کو ان سے انسیت ہوگئی۔ تیسری مرتبہ جب ابراہیمؑ ان کو دیکھنے کے لئے آئے اور لوگوں کی کثرت اور آبادی کو دیکھا تو خوش ہوئے۔ اسماعیلؑ بڑے ہوتے گئے۔ قبیلہ جرہم کے ہر فرد نے ایک یا دو بھیڑ اسماعیل کو ہدیہ کی۔ جس سے ایک بڑا گلہ بن گیا۔ اور وہ امرار معاش کرنے لگے۔ یہاں تک کہ اسماعیلؑ بالغ ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ خانہ کعبہ کی تعمیر کریں۔ ابراہیمؑ نے کہا: ''کس جگہ پر اس کو تعمیر کروں؟'' ارشاد ہوا: ''اس جگہ پر جہاں آدم کے لئے قبہ بھیجا گیا تھا اور وہاں پر نصب کیا تھا جس کی وجہ سے حرم روشن ہوگیا تھا اور طوفان نوح کے وقت آسمان پر اٹھا لیا گیا تھا۔'' اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کو بھیجا تا کہ آدمؑ کے لئے خط (لائن) کھینچ کر کعبے کی نشاندہی کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے کعبے کو ابراہیم کے لئے جنت سے بھیجا تھا۔ وہ حجر الاسود جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بھیجا تھا وہ برف سے زیادہ سفید تھا۔ لیکن کافروں کے مس کرنے کی وجہ سے سیاہ ہوگیا تھا۔

حضرت ابراہیمؑ نے کعبہ بنانا شروع کیا۔ اسماعیلؑ پتھروں کو لمبے فاصلے سے لاتے تھے۔ یہاں تک کہ اس کی دیواریں بلند ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس جگہ کے بارے میں بتایا جہاں حجر اسود موجود تھا اور وہ کوہ ابوقبیس میں تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس کو نکالا اور اس جگہ پر نصب کر دیا جہاں پر اس وقت ہے۔ ایک دروازہ مشرق کی جانب اور دوسرا دروازہ مغرب کی طرف بنایا۔ کعبے کے مغربی دروازے کو اشجار کہتے ہیں۔ اس کے بعد کعبے پر پردہ ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم و اسماعیل کو حکم دیا کہ حج کریں۔ جبرئیل آٹھویں ذی الحجہ کو نازل ہوئے اور کہا کہ اے ابراہیمؑ! اٹھو اور اپنے لئے پانی مہیا کرو۔ (اس زمانے میں منیٰ اور عرفات میں پانی نہیں تھا۔) اور ترویہ کا مطلب بھی سیرابی ہے۔ جبرئیل ابراہیمؑ کو منیٰ لے گئے اور رات وہیں گزاری اور حج کے تمام ارکان انھیں تعلیم دی جس طرح آدمؑ کو تعلیم دی تھی۔

جب حضرت ابراہیم خانۂ کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو دعا مانگی: پالنے والے! اس شہر کو شہر امن قرار دے اور اس کے باشندوں میں سے جو اللہ و قیامت پر یقین رکھتا ہو، پھل اور نعمتیں عطا کر۔

حضرت نے فرمایا پھل سے مراد دل ہے یعنی ان کی محبت کو ان لوگوں کے دلوں میں قرار دے جو اطراف عالم سے مکے کی طرف آتے ہیں۔

کفعمی کے بعض خطبوں کا خلاصہ یوں ہے: حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ رکن و مقام کے درمیان اپنے فرزند کو ذبح کر رہے ہیں۔ وہ وحشت زدہ خواب سے بیدار ہوئے اور اسماعیلؑ سے کہا: ''اے بہترین پیغمبر اور اے سلالۂ

انبیاء! میں نے خواب دیکھا ہے کہ تجھے اللہ کی راہ میں قربان کر رہا ہوں۔ تم بھی اس بارے میں کچھ رائے دو۔'' اسماعیلؑ نے کہا: ''اے پدر بزرگوار! اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا حکم دیا ہے اسے بجالایئے۔ انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ میں وصیت کرتا ہوں کہ جب میری رگ گردن کاٹی جائے اور خون جاری ہو تو اس وقت میرے ہاتھ پیر باندھ دیجئے تاکہ ہاتھ پیر نہ مار سکوں اور اپنے اوپر خون کی چھینٹ نہ پڑنے دیجئے تاکہ میری مادر مہربان کی نظر اس پر نہ پڑے۔ میری طرف سے ان کو سلام کہئے اور میرے پیرہن کو اتار کر ان کو دیجئے اور کہئے کہ تمہارے بیٹے کو اللہ نے جنت میں داخل کر دیا۔''

جب اسماعیلؑ کی وصیت تمام ہوئی تو حضرت ابراہیمؑ نے ان کو پہلو کے بل لٹایا۔ اس وقت پرندے حزن واندہ کی وجہ سے ان کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ زمین اور پہاڑ لرزنے اور رونے لگے۔ فرشتوں نے ان پر تضرع کیا۔ جانور ان کی طرف دوڑے۔ آسمان وزمین گریہ کر رہے تھے تاکہ طفل صغیر پر رحم کیا جائے اور ابراہیم کی سخت دلی (سخت آزمائش) پر گریہ کر رہے تھے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی صدق نیت اور صبر کی طاقت کو آزمالیا تو جنت سے ایک دنبہ بھیجا۔ یہ دنبہ ساٹھ سال تک جنت میں چرا تھا اور رحم مادر سے پیدا نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہوجا اور وہ ہوگیا تاکہ اسماعیلؑ پر قربان ہو سکے۔ قیامت تک جتنی بھی قربانی ہوگی وہ سب اسماعیلؑ کا فدیہ ہے۔ یہ سب کچھ معلوم ہونے کے بعد کیا حرج ہے اگر اللہ تعالیٰ ان دو بڑے پیغمبروں کی بڑے امتحان کے یادگار کے طور پر قربانی کا حکم دے تاکہ لوگ ان دونوں پیغمبروں کو چھوٹے چھوٹے امتحان میں نمونہ اور اسوہ بنائیں۔

قربانی بھی ایک طرح کا امتحان ہے۔ کیونکہ اولاً اس میں مال خرچ ہوتا ہے۔ ثانیاً امتثال امر الٰہی ہے اور اس طرح غریبوں کو گوشت کھلانے کا مقصد بھی پورا ہو جاتا ہے جو لذیذ ترین طعام ہے اور جو غریبوں کو کم ہی نصیب ہوتا ہے اور جانوروں کے لئے بھی اچھا ہے کہ اس رنج والم کی جزا اللہ تعالیٰ پر ہے۔

جناب سید المرسلین سے منقول ہے کہ اچھے جانور کی قربانی کرو کیونکہ قیامت کے دن پل صراط پر وہ تمھارا مرکب ہوگا۔

حدیث موثق میں منقول ہے کہ ابن فضال نے امام رضاؑ سے حضرت رسالت پناہؐ کے اس قول کے بارے میں دریافت کیا کہ میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں۔

حضرتؑ نے ارشاد فرمایا ان دو ذبیح سے مراد اسماعیلؑ اور عبد اللہ ہیں۔ حضرت اسماعیلؑ کے ذبح کی کیفیت گزر چکی ہے۔ حضرت عبداللہ کی کیفیت اس طرح ہے:

حضرت عبد المطلب نے کعبے کے دروازے کو پکڑ کر دعا مانگی کہ اے پالنے والے! مجھے دس بیٹا عطا کر اور انہوں نے نذر بھی مانی کہ اگر انہیں یہ نعمت حاصل ہوجائے گی تو ان میں سے ایک کو قربان کر دوں گا۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں دس پسر عطا کئے تو عبدالمطلب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو پوری کیا اب مجھے بھی چاہئے کہ اپنی نذر کو ادا کروں۔

انھوں نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور تین مرتبہ ان کے درمیان قرعہ اندازی کی۔ ہر بار قرعہ ان کے چہیتے بیٹے جناب عبداللہ کے نام نکلا۔ حضرت عبدالمطلب نے ان کو لٹایا اور ان کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ جب یہ خبر اکابر قریش تک پہنچی تو سب جمع ہو گئے اور عبدالمطلب کو اس کام سے منع کیا۔ ان کی ازواج جمع ہو کر رونے لگیں۔ ان کی بیٹی عاتکہ نے کہا: ''اپنے فرزند کے ذبح کے سلسلے میں کوئی تدبیر کریں اور حرم میں چرنے والے یہ اونٹ اور اپنے فرزند کے نام قرعہ نکالیں۔ پس عبدالمطلب نے دو اونٹ کو الگ کیا اور قرعہ اندازی کی لیکن قرعہ عبداللہ کے نام نکلا۔

دو دو اونٹ بڑھاتے گئے اور قرعہ عبداللہ کے نام نکلتا رہا۔ یہاں تک کہ جب سو اونٹ ہو گئے تو قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ قریش والوں نے صدای تلبیہ بلند کیا۔ یہاں تک کہ پہاڑ ان کی آواز سے لرزنے لگے۔ عبداللہ نے کہا: ''جب تک تین مرتبہ قرعہ اونٹوں کے نام نہ نکلے گا میں عبداللہ کو نہ چھوڑوں گا۔ پھر تین

مرتبہ عبداللہ اور اونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی ہوئی اور تینو ں بار قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔

زبیر، ابوطالب اور ان کی بہنوں نے عبداللہ کو عبدالمطلب کے پاس سے ہٹایا۔ زمین پر گرنے کی وجہ سے ان کے روئے نازک اور نورانی پر کھروچ آ گئی تھی۔ وہ لوگ اس گوہر نایاب کو ہاتھوں ہاتھ لئے جارہے تھے۔ عبدالمطلب نے حکم دیا کہ اونٹوں کو صفا و مروہ کے درمیان ایک جگہ ہے، نحر کیا جائے اور اس کے گوشت سے کسی کو روکا نہ جائے۔ یہ عبدالمطلب کی سنت تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے اسلام میں جاری کر دیا۔ اسماعیلؑ اور عبداللہ کی قربانی کو واپس لینے کا مقصد یہ تھا کہ ان کی نسل میں حضرت رسالت مآبؐ اور ائمہؑ کا آنا مقدر تھا۔

امام رضاؑ سے منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو یہ حکم دیا کہ اپنے فرزند حضرت اسماعیلؑ کو قربان کرو تو انہوں نے آرزو کی کہ کاش گوسفند ذبح کرنے کا حکم نہ ملتا اور میں اسماعیلؑ کو اللہ کی راہ میں اپنے ہاتھ سے قربان کرتا تاکہ اپنے عزیز ترین فرد کی قربانی کرکے میرے دل کو تکلیف پہنچے اور اس کے ذریعے میں اہل مصیبت کے بلند درجے پر فائز ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کی: اے ابراہیمؑ! میری مخلوقات میں تمہارے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کیا: تو نے کسی مخلوق کو خلق کیا ہے جو محمد سے زیادہ محبوب ہو۔'' وحی آئی: ''کیا نور محمد تمہارے نزدیک تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب ہے؟'' جواب دیا: ''ہاں۔'' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''ان کے فرزند تمہارے نزدیک زیادہ محبوب ہیں یا تمھارے اپنے فرزند؟'' ابراہیمؑ نے جواب دیا: ''ان کے فرزندوں کو اپنے فرزندوں سے زیادہ چاہتا ہوں۔'' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''کیا ان کے فرزند کا دشمنوں کے ہاتھوں قتل ہوجانا زیادہ تکلیف دہ ہے یا اپنے فرزند کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنا؟'' ابراہیمؑ نے جواب دیا: ''ان کے فرزندوں کا دشمنوں کے ذریعے قتل ہونا زیادہ تکلیف دہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اے ابراہیم! امت محمدؐ ہونے کا دعوا کرنے والا ایک گروہ ان کے فرزند حسینؑ کو دشمنی کی وجہ سے گوسفند کی طرح ذبح کردے گا۔ اور اس کی وجہ سے وہ میرے عذاب کا مستحق بنیں گے۔ ابراہیم رونے لگے اور ان کے دل کو تکلیف پہنچی۔ حق تعالیٰ نے ندا دی کہ تم نے پیغمبر آخرالزماں کے فرزند حسین شہید پر گریہ کیا اس لئے اہل مصائب کے رفیع ترین درجات کے مستحق ہوگئے اور یہ ہے سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول کا مطلب: وَفَدَیْنَاہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ (صافات:۱۰۷)

**(جاری)**